کیا ذوالقرنین سکندر مقدونی ہے؟

از جناب مولانا محمد حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی

جولائی ۱۹۴۳ء کے برہان میں میرا ایک مضمون "ذوالقرنین اور سدِ سکندری" کے عنوان سے شائع ہوا تھا یہ مسلسل مضمون کی پہلی قسط تھی اور اگست کے برہان میں بھی ابھی تک وہ سلسلہ ناتمام ہی تھا کہ محترم مدیر صاحب صدق نے پہلی قسط پر ایک "استدراک" لکھکر برہان کی عزت افزائی فرمائی اور مجھکو اس سلسلہ میں مزید لکھنے کا موقعہ مرحمت فرمایا، جس کیلئے میں صاحب موصوف کا ممنون ہوں۔

"یہ" استدراک برہان کی اشاعت سے قبل ہی ۴ر اگست کے صدق میں قدرے اضافہ کے ساتھ طبع ہوگیا اور اب ۱۸ر اگست کے صدق میں بھی "سدِ سکندری" کے عنوان سے اسی کا ایک تکملہ یا ذیل شائع ہوا ہے۔

بہرحال اگست کے برہان میں جو "استدراک" شائع ہوا ہے چونکہ وہی اصل ہے اور صاحب استدراک کے دلائل کا حامل اسلئے "تنقید بر استدراک" کی بنیاد بھی اسی پر قائم کی گئی ہے اور صدق کے ہر دو مضامین کے "اضافات" کو ضمنی طور پر پیش نظر رکھا گیا ہے۔

(محمد حفظ الرحمٰن)

"ذوالقرنین" کی تحقیق سے متعلق میرا مضمون تحلیل و تجزیہ کے بعد دو حصوں پر تقسیم ہوسکتا ہے ایک مسئلہ کا "اثباتی پہلو" اور دوسرا "منفی پہلو"۔ اثباتی پہلو میں مضبوط دلائل کے ساتھ یہ واضح کیا گیا ہے

کہ سائرس (کیخسرو یا خورس) ہی وہ شخصیت ہے جسکو قرآنِ عزیز نے "ذوالقرنین" کہکر یاد کیا ہے۔ اور "منفی پہلو" میں ان اقوال کو مرجوح قرار دے کر جو "سائرس" کے علاوہ "ذوالقرنین" کا مصداق متعین کرتے ہیں اس کا اعتراف کیا ہے کہ یہ مسئلہ چونکہ قرآنِ عزیز میں منصوص اور مصرح مذکور نہیں ہے اسلئے دوسری ہستیوں کے متعلق بھی مجالِ گفتن باقی رہتی ہے لیکن ذوالقرنین سے متعلق قرآنی صفات اور تاریخی حقائق کی روشنی میں یہ امر قطعی ہے کہ "سکندرِ مقدونی" کسی حالت میں بھی قرآن کا ذوالقرنین "نہیں کہلایا جاسکتا اور بعض علماء حق نے اگر اس کو ذوالقرنین بتایا ہے تو سلفِ صالحین اور خلفِ صادقین کی اکثریت نے ان کے اس قول کی سختی کے ساتھ تردید کی ہے اور ناقابلِ انکار دلائل کے ساتھ تردید کی ہے۔

علماءِ اسلام نے جن دلائل کی روشنی میں اس انکار پر اصرار کیا ہے۔ اس کو تفصیل کے ساتھ زیرِ بحث مضمون میں نقل کیا گیا ہے۔ لیکن محترم "صاحبِ استدراک" نے ان میں سے صرف تین باتوں کو منتخب فرما کر اُن پر "استدراک" سپردِ قلم فرمایا ہے اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان پر ترتیب وار "تنقیدی نظر" ڈالی جائے تاکہ مسئلہ زیرِ بحث بخوبی منقح ہوسکے۔ صاحبِ موصوف تحریر فرماتے ہیں۔

مقالۂ مذکور مندرجہ برہان بابت جولائی ۱۹۴۸ء میں ذوالقرنین کے سکندرِ مقدونی ہونے سے انکار دلائلِ ذیل کی بنا پر کیا گیا ہے۔

(۱) "سکندرِ مقدونی کی تاریخ کا یہ مسلّمہ باب ہے کہ وہ یونانیوں کے قدیم مذہب اصنام پرستی یعنی دیوتاؤں کی پرستش کا معتقد تھا اور یہ کہ وہ ہرگز مسلمان نہ تھا"

(۲) "سکندر باتفاق اصحابِ تاریخ جابر و قاہر تھا نہ کہ نیک سیرت و نیک نفس"

(۳) "یہ بات بھی مسلّمات میں سے ہے کہ اس کی فتوحات اور سیاحت کا سلسلہ مغرب کی جانب نہیں بڑھا" (صفحہ ۱۵ و ۱۶ رسالہ مذکورہ)

عرض کرنے دیجئے کہ یہ تینوں دعوے مسلمات نہیں، بجائے خود مخدوش و مجروح ہیں۔

اس کے بعد صاحبِ موصوف نے ان تینوں دلائل یا دعاوی کو "مخدوش" اور "مجروح" ثابت کرنے کے لئے بالترتیب دلائل پیش فرمائے ہیں۔ چنانچہ مضمون نگار کی پہلی دلیل کی تردید فرماتے ہوئے ارشاد ہے۔

(۱) "نزولِ قرآن سے قبل والا ذوالقرنین ظاہر ہے کہ اصطلاحی معنی میں تو مسلمان ہو ہی نہیں سکتا تھا اس کے مومن ہونے سے مراد صرف یہی ہو سکتی ہے کہ موحد، مسلم، اور اپنے زمانہ کے نبی کا مطیع تھا۔ (برہان ماہ اگست)

مسلم؟ | مجھے یہ عرض کرنے کی اجازت دیجئے کہ "صاحبِ استدراک" کا سکندر کے مسلمان ہونے کی بحث میں یہ فرمانا "کہ اصطلاحی معنی میں تو وہ مسلمان ہو ہی نہیں سکتا تھا" کیا معنی رکھتا ہے؟ اگر مراد یہ ہے کہ اصطلاحی معنی میں صرف وہی شخص "مسلمان" کہلایا جا سکتا ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ہو اور دوسرے کسی نبی کی امت کو "مسلم" نہیں کہہ سکتے تو ظاہر ہے کہ یہ اصطلاح "قرآن کی اصطلاح" نہیں ہے کیونکہ وہ صاف یہ اعلان کرتا ہے کہ آدمؑ سے لیکر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک خدا کے ہر نبی و رسول کا دین "اسلام" ہے اور اس کی اُمتِ اجابت "امتِ مسلمہ" ہے اور اس کا سچا مطیع "مسلمان"۔

ام کنتم شھداء اذ حضر یعقوب	کیا تم اس وقت موجود تھے جب
الموت اذ قال لبنیہ ما تعبدون	یعقوبؑ کی وفات کا وقت آپہنچا، اُس
من بعدی قالوا نعبد الٰھک	نے اپنی اولاد سے کہا میرے بعد تم کس
والہ اٰبائک ابراھیم واسمٰعیل	کی پرستش کروگے؟ انھوں نے جواب دیا

واسحٰق الٰھاً واحداً ونحن لہ مسلمون۔ (البقرہ)

ہم تیرے اور تیرے باپ ابراہیم اسمٰعیل اور اسحٰق کے ایک خدا کی پرستش کرینگے اور ہم تو اسی کے فرمانبردار ہیں۔

حافظ عماد الدین ابن کثیر اس کی تفسیر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

والاسلام ھو ملۃ الانبیاء قاطبۃ وان تنوعت شرائعھم واختلفت مناھجھم۔ (تفسیر جلد ۱ ص۳۲۴)

اور "اسلام" ہی تمام انبیا علیہم السلام کی ملت ہے بلاتخصیص، اگرچہ ان کی شریعتیں اور ان کے طریقے مختلف ہیں۔

اور اگر صاحب استدراک" کی مراد اصطلاحی معنی سے یہ ہے کہ سکندر اگرچہ موحد اور مسلم تو تھا مگر چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے بہت پہلے تھا اسلئے عرف عام میں "مسلمان" نہیں ہو سکتا تو گستاخی معاف پھر اس کیلئے "اصطلاحی معنی" کی تعبیر صحیح نہیں ہے اور نہ اس ارشاد کی یہاں کوئی ضرورت تھی جبکہ متکلم اور مخاطب دونوں پر یہ عیاں ہے کہ یہ اس سکندر کا ذکر ہے جو تقریباً تین سو سال قبل مسیح تھا۔

آگے چل کر صاحب استدراک" ارشاد فرماتے ہیں۔

سو روایات یہود میں سکندر کو اسی حیثیت سے (یعنی موحد اور اپنے زمانہ کے نبی کا مطیع تھا) پیش کیا گیا ہے چنانچہ جوزیفس (یہ حواریان مسیح کا معصر ہے) کی قدیم تاریخ یہود میں بصراحت موجود ہے کہ سکندر نے ہیکل یروشلم میں آکر وہاں عبادت کی۔ وہاں کے پیشواؤں کی تعظیم و تکریم کی اور جب دانیال کی یہ پیشنگوئی اُسے دکھائی گئی کہ ایک رومی فاتح ایران کی شہنشاہیت کو برباد کردیگا تو وہ اس پیشگوئی کا مصداق اپنے ہی کو سمجھا۔ جیوش انسائیکلو پیڈیا میں تصریح لکھی چلی آتی ہے کہ اس وقت کے یہود اُسے مسیح موعود ماننے کو تیار تھے۔ (جلد ۸ ص۳۰۰)۔

ظاہر ہے کہ یہ معاملہ کسی مشرک کے ساتھ روا نہیں رکھا جا سکتا تھا اور نہ کوئی مشرک غیر ما نسوا

خود یہ معاملہ مرکز توحید کے ساتھ روا رکھتا۔ (برہان ماہ اگست)

"موحد" اور "مسلم" کی غلط تشریح کے علاوہ صاحب استدراک نے سکندر کو اس کا مصداق ثابت کرنے میں جو سند اور دلیل پیش کی ہے وہ بھی صحیح نہیں ہے اسلئے کہ "صاحب استدراک" کے اس ارشاد میں ایک دعویٰ ہے اور دوسری اس کی دلیل دعویٰ یہ ہے کہ "روایاتِ یہود میں" سکندر کو موحد اور اسرائیلی نبی کے مطیع کی حیثیت میں پیش کیا گیا ہے۔ اور دلیل یہ ہے کہ قدیم تاریخ یہود کے مصنف جوزیفس (جو کہ حواریانِ مسیح کا ہمعصر ہے) نے سکندر کے متعلق وہ سب کچھ لکھا ہے جو صاحب استدراک کی عبارت سے ابھی نقل ہو چکا اور اس کا مطلب یہ ہوا کہ سکندر کے مسلمان (موحد) ہونے کا زبردست شاہد جوزیفس ہے۔ اور جوزیفس کا یہ حال ہے کہ وہ خود یہود کے نزدیک قابلِ تسلیم نہیں۔

جوزیفس؟ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جوزیفس "یہود کے نزدیک" غیر معتبر، غیر مستند اور ناقابلِ احتجاج واعتماد ہے اور اس کی کتاب "قدیم تاریخ یہود" ان میں غیر مقبول ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جوزیفس میں دو خرابیاں ہیں جو کسی طرح یہود کی روایات کی صحت باقی نہیں رہنے دیتیں ایک یہ کہ وہ "مورخ" نہیں ہے بلکہ داستان سرا اور قصہ گو ہے اور نہ صرف یہ بلکہ اس درجہ جھوٹا ہے کہ واقعات کو طبعزاد گھڑ کر بیان کر دینے اور اصل واقعہ میں اپنی جانب سے من گھڑت اضافے کرنیکا عادی ہے۔

دوسرا عیب یہ ہے کہ اس کی دلی خواہش یہ تھی کہ یہودیوں، یونانیوں اور رومیوں کے درمیان جو نفرت قائم تھی اس کو کسی طرح مٹائے اور دونوں قوموں کے درمیان رابطۂ اتحاد پیدا کرے اس لئے وہ یونانی و رومی روایات میں خصوصیت کے ساتھ ایسی داستانیں اختراع اور ایجاد کرتا رہتا اور ان کو تاریخی حیثیت میں پیش کیا کرتا تھا جن کے ذریعہ سے وہ اپنے مسطورہ بالا مقصد کو پورا کرے۔ اس لئے یونانیوں سے متعلق جسقدر روایات وہ بیان کرتا ہے خصوصیت کے ساتھ وہ قطعاً ناقابل اعتماد ہیں اور کسی طرح لائقِ احتجاج نہیں۔ چنانچہ انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس میں ہے۔

یہ بات یقینی ہے کہ جوزیفس نہ تو اعلیٰ درجہ کا مورخ ہے اور نہ ایک ایماندار اور غیر متعصب محقق جسے صرف حقیقت کی تلاش ہو بلکہ وہ ایسا مصنف ہے جس کی غرض و غایت صرف ایک مخصوص اثر پیدا کرنا ہے۔ (جلد ۷ ص۵۷۴)

جوزیفس کا مقصد اور منتہائے نظر کیا ہے؟ آگے چل کر اسی کتاب میں اس کو اس طرح ظاہر کیا گیا ہے۔

اس کی منتہائے تمنا یہ ہے کہ یہودیوں کے خلاف جو تعصب پھیلا ہوا ہے اسے دور کرے اور ان پر جو الزامات عائد کئے جاتے ہیں ان سے ان کو بری ثابت کرے اور یہودیوں اور یونانیوں کے درمیان پیدا شدہ دشمنی کو مٹادے۔ (جلد ۷ ص۵۷۵)۔

جوزیفس کا یہ مقصد برا نہیں تھا اگر تاریخی حقائق پر مبنی ہوتا اور صحیح واقعات کی روشنی میں اسکو کامیاب بناتا مگر اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ اس کے برعکس یہ کیا۔

اس کا یہ حمایتی مقصد اس امر سے بالکل آشکارا ہوجاتا ہے کہ وہ ایسے ماخذوں کا انتخاب کرتا ہے اور ایسے ٹکڑوں کا حوالہ دیتا ہے جن میں یہودیوں کے ساتھ قدیم بادشاہوں اور رومیوں کے الطاف و اکرام کا تذکرہ ہے وہ صداقت کو اپنے میلان اور رجحان کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھاتا ہے اگرچہ وہ اس بات کا مدعی ہے کہ حقیقت اور مکمل حقیقت کے سوا کچھ نہیں لکھیگا لیکن وہ ایفاء وعدہ نہیں کرسکا۔ اسلئے کہ (وہ اپنے مسطورہ بالا مقصد کو پورا کرنے کے لئے) کہیں تو بعض چیزوں کو قصداً قلم انداز کرجاتا ہے اور کہیں اپنی طرف سے اضافہ کردیتا ہے اور جگہ جگہ نہایت بے پرواہی اور بے ضابطگی کے ساتھ ماخذوں کے حوالے دیتا ہے۔ ۔

(جلد ۷ ص۵۷۵)۔

جوزیفس کی تاریخی بددیانتی کا معاملہ صرف یہیں ختم نہیں ہوجاتا بلکہ اس سے آگے بڑھ کر وہ مقصد

کی تکمیل کیلئے اپنی مقدس کتاب بائبل کے واقعات کو بھی توڑ مروڑ کئے بغیر نہیں چھوڑتا۔

اور یہی وجہ ہے کہ بائبل کے واقعات بھی کبھی کبھی اس کے قلم سے بالکل نئے معنی اور نئے پہلو اختیار کر لیتے ہیں۔ (انسائیکلو پیڈیا بریٹینیکا ۲۷۷)۔

جوزیفس کی اس غیر مورخانہ روش اور بددیانتی کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ اپنی تاریخی تصانیف کو خود اپنی قوم "یہود" میں بھی مقبول نہ کر سکا اور اُن میں بھی اپنا اعتماد کھو بیٹھا۔

اس کی تاریخی تصانیف اُس کی قوم میں سب سے کم مقبول ہوئیں، اس کی قوم اس کو بے وفا اور غدار سمجھتی ہے۔ (انسائیکلو پیڈیا بریٹینیکا جلد ۷ ص ۲۷۷)

یروشلم اور سکندر — اور یہ واضح رہے کہ "جیوش انسائیکلو پیڈیا" کا مضمون بھی اسی کی تاریخ سے ماخوذ ہے۔ جوزیفس کے متعلق یہ حوالجات تو اس کی عام مورخانہ حیثیت اور اس کی تاریخی کتابوں کی قدر و قیمت سے متعلق تھے۔ اب بریٹینیکا انسائیکلو پیڈیا کی زبانی اُن واقعاتِ خصوصی کی حقیقت کو بھی سن لیجئے جن کو "صاحبِ استدراک" نے سکندر کے موحد اور مسلمان ہونے کی دلیل میں ذکر فرمایا ہے (یعنی اس کا یروشلم میں جا کر عبادت کرنا، اور یہودی پیشواؤں کی تعظیم کرنا وغیرہ)۔

الیسٹر (Esther) کی کتاب اور عہد ارٹاسرزز (ARTAXERXES) کے تذکرہ کے بعد جوزیفس جب قصص تورات کے آخری حصہ پر پہنچتا ہے تو اسی جگہ سے اس کی کتاب انٹی کوئٹیٹس جوڈئیکر (Antiquitates Judaicae) کے دوسرے باب کا آغاز ہوتا ہے اس باب کے شروع ہی میں تاریخی روایات کا تسلسل جاتا رہتا اور ان میں ایک خلا پیدا ہو جاتا ہے جو "مکابین بغاوت" (Maccabaean Revolt) کے دور تک برابر قائم رہتا ہے اور تین صدی تک چلا جاتا ہے اور اسی کے اندر سکندر مقدونی، ٹولمی اور سلیوسیانڈز (Seleucidae) وغیرہ کے عہدِ حکومت بھی آجاتے ہیں۔ ان دو سالٹے

حکومت کے متعلق جوزیفس صرف بے ربط قصے بیان کرتا ہے جو سکندر کے آخری دور کے ماخذ سے لئے گئے ہیں، اس غیر مسلسل اور بے ربط سلسلہ کی سب سے پہلی چیز اسکندر کا یروشلم جانا ہے اور اس کے ساتھ وہ تمام واقعات بھی ہیں جو اس کے وہاں جانے سے پہلے اور جانے کے بعد سے وابستہ ہیں کیونکہ یہ واقعہ جوزیفس نے ایک ایسے ماخذ سے لیا ہے جو غیر معتبر اور غیر موثق ہے اور "دانیال نبی کی کتاب" کے بعد کی کتاب سے ماخوذ ہے۔ (انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس جلد ۷ ص۷۷۴)

یہ حقیقت ہے اس حوالہ کی جو جیوش انسائیکلو پیڈیا سے نقل کر کے "صاحبِ استدراک" نے ایسے اہم تاریخی مسئلہ کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہاں یہ من گھڑت اور بے دلیل قصہ جس کا ماخذ تک غیر معتبر اور غیر مستند ہے اور کہاں سائرس کے یروشلم بنانے اور خدا کے مسیح ہونے کے وہ ناقابلِ تردید تاریخی واقعات جو کتابِ مقدس اور صحیح تاریخی حوالوں سے ثابت ہیں۔

بہرحال جوزیفس، اس کی کتبِ تاریخ اور اس کے تاریخی ماخذوں کے متعلق مسطورہ بالا محققانہ حوالجات کے بعد اب خود کتابِ مقدس کی طرف رجوع کیجئے اور معلوم کیجئے کہ داستان سرا اور قصہ گو جوزیفس کی یروشلم والی داستان اور یہود کا سکندر کو مسیح موعود مان لینے کا قصہ یہ دونوں کیا حقیقت رکھتے ہیں؟

خدا کا مسیح: ابھی بابل کے بادشاہ بخت نصر (نبوکدرنضر) نے بیت المقدس پر چڑھائی نہیں کی تھی کہ حضرت یسعیاہ نبی (علیہ السلام) نے وحی الٰہی سے خبر پاکر یہود کو مطلع کیا کہ وقت آنے والا ہے کہ بابل کی حکومت کے ہاتھوں یروشلم کا ہیکل برباد ہوگا اور اس کی توہین کی جائے گی اور اس کے بعد یہ بشارت سنائی کہ وہ پھر خورس (سائرس) کے ہاتھوں بنایا جائے گا اور اس کی عزت و حرمت برقرار کی جائیگی اور یہود بابل کی غلامی سے آزاد ہو جائیں گے چنانچہ پیش گوئی کے الفاظ یہ ہیں۔

خداوند تیرا نجات دینے والا جس نے تجھے رحم میں بناڈالا یوں فرماتا ہے . . . . .

. . . . . . یروشلم کی بابت کہتا ہوں کہ وہ آباد کی جائیگی اور یہوداہ کے شہروں کی بابت کہ وہ بنائے جائیں گے اور میں اس کے ویران مکانوں کو تعمیر کرونگا، جو سمندر کو کہتا ہوں کہ سوکھ جا اور میں تیری ندیاں سوکھا ڈالوں گا جو خورس کے حق میں کہتا ہوں کہ وہ میرا چرواہا ہے اور وہ میری ساری مرضی پوری کرے گا اور یروشلم کی بابت کہتا ہوں کہ وہ بنائی جائیگی اور ہیکل کی بابت کہ اس کی بنیاد ڈالی جائے گی۔ یسعیاہ باب ۴۴ آیت ۲۴-۲۸۔

خداوند اپنے مسیح خورس کے حق میں یوں فرماتا ہے کہ میں نے اس کا داہنا ہاتھ پکڑا کہ امتوں کو اس کے قابو میں کروں اور بادشاہوں کی کمریں کھلوا ڈالوں . . . . . .

. . . . اور میں گاڑے ہوئے خزانے اور پوشیدہ مکانوں کے گنج تجھے دونگا تاکہ تو جانے کہ میں خداوند اسرائیل کا خدا ہوں جس نے تیرا نام لیکے بلایا ہے (باب ۴۵ آیت ۱-۳)

حضرت یسعیاہ نبی کی یہ پیشگوئی خورس (سائرس) کے فتح بابل سے ایکسو ساٹھ برس پہلے یہود کو سنائی گئی اور فتح بابل کے صرف ساٹھ برس پہلے اسی کی تائید میں حضرت یرمیاہ نبی نے یہود کو یہ پیشگوئی سُنائی تھی۔

وہ کلام جو خداوند نے بابل کی بابت اور کسدیوں کی سرزمین کی بابت یرمیاہ نبی کی معرفت فرمایا۔ تم قوموں کے درمیان بیان کرو اور اشتہار دو اور جھنڈا کھڑا کرو، منادی کرو، مت چھپاؤ، لکھو کہ بابل لے لیا گیا بعل رسوا ہوا، مردوک سراسیمہ کیا گیا ہے اس کے بُت خجل ہوئے اس کی مورتیں پریشان کی گئیں کیونکہ اُتر سے ایک قوم اس پر چڑھتی ہے جو اس کی سرزمین کو اُجاڑ کریگی۔ یرمیاہ باب ۵۰ آیت ۱-۳۔

اور عزرا نبی کی کتاب میں بصراحت موجود ہے کہ خورس (سائرس) نے یروشلم کے ہیکل کو تعمیر

کیا اور اس نے اس کی تعمیر اور عزت و حرمت کا اپنی قوم میں اعلان کرایا اور اس طرح یرمیاہ نبی کی بشارت پوری ہوئی ۔

اور شاہ فارس خورس کی سلطنت کے پہلے برس میں اس خاطر کہ خداوند کا کلام جو یرمیاہ کے منہ سے نکلا تھا پورا ہوا خداوند نے شاہ فارس خورس کا دل ابھارا کہ اس نے اپنی تمام مملکت میں منادی کرائی اور اسے قلمبند بھی کر کے یوں فرمایا۔ شاہ فارس خورس یوں فرماتا ہے کہ خداوند آسمان کے خدا نے زمین کی ساری مملکتیں مجھے بخشیں اور مجھے حکم کیا ہے کہ یروشلم کے بیچ جو یہوداہ میں ہے اس کیلئے ایک مسکن بناؤں۔ پس اس کی ساری قوم میں سے کون کون ہے؟ اس کا خدا اس کے ساتھ ہو اور وہ یروشلم کو جو شہر یہوداہ ہے جائے اور خداوند اسرائیل کے خدا کا گھر بنائے کہ وہی خدا ہے جو یروشلم میں ہے ؎ عزرا باب آیت ۱-۳ ۔

یسعیاہ نبی اور یرمیاہ نبی کی پیشگویوں سے اور عزرا نبی کی کتاب میں اس بیان کردہ منادی سے "جو خورس (سائرس) کی جانب سے کی گئی" تین باتیں صاف اور صریح طور پر ظاہر ہوتی ہیں۔

(۱) توراۃ کی پیشگوئیاں خورس کو خدا کا چرواہا اور خدا کا مسیح بتا رہی ہیں نہ کہ سکندر کو۔

(۲) یروشلم (بیت المقدس) کے ہیکل کی تعمیر، اُس کی عزت و حرمت کا اعلان، اس کے خدا کے گھر ہونے کا اقرار اور یہود کی آزادی، خورس (سائرس) کے ہاتھوں ہوئی نہ کہ سکندر کے ۔

(۳) یرمیاہ نبی کی پیشگوئی میں اگرچہ نام نہیں ہے لیکن یہ تصریح ہے کہ بابل کا تباہ کرنیوالا اور یروشلم کو آباد کرنے والا اُتر (شمال) سے اٹھیگا سو یہ فارس و میڈیا کا بادشاہ خورس ہی ہو سکتا ہے نہ کہ سکندر جو یونان سے (بابل کی جانب مغرب سے) اٹھا۔ اور عزرا نبی کی تصدیق بھی اسی کی تائید کرتی ہے۔

(۴) ان تمام پیشگوئیوں کا اتفاق ہے کہ خورس کی فتوحات جابر لشہ و قاہرانہ انداز کی نہیں تھیں بلکہ ایک صالح اور با خدا انسان کی حیثیت سے تھیں کہ کتاب مقدس کے ان صاف اور صریح بیانات

علاوہ تاریخی حقائق بھی ان نتائج کی زبردست تائید کرتے ہیں۔ چنانچہ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں سائرس کے متعلق یہ تصریحات موجود ہیں۔

"بابل پر جب سائرس حملہ آور ہوا تو وہاں کے یہودیوں نے ایرانیوں کو نجات دہندگان اور موحدین کہکر پکارا اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہودی کی مدد کے صلہ میں سائرس نے یہودیوں کو یروشلم اور انکا معبد (ہیکل) واپس کردیا اور انھیں فلسطین لوٹنے کی اجازت دیدی۔ (جلد ۶ ص۵۱۶ ایڈیشن ۹)۔

اب کتابِ مقدس اور اس کے ان روشن تاریخی حوالوں پر نظر کیجئے اور پھر جوزیفس کی اس بددیانتی کی داد دیجئے کہ اس نے یروشلم کی تعمیر، علماء یہود کی تعظیم وتکریم، اور خدا کے مسیح کے ہاتھوں یہود کی بابل سے نجات کے تمام ان معاملات کو جو کتابِ مقدس نے خورس (سائرس) کیلئے مخصوص کئے تھے کس جرأت کے ساتھ سکندر مقدونی پر اس غرض سے چسپاں کردیئے کہ کسی طرح اس کا یہ مقصد "کہ یہودیوں اور یونانیوں اور رومیوں کے درمیان منافرت کی خلیج کو پاٹ دیا جائے" پورا ہو جائے مگر اس کا یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوسکا اور یہودیوں نے ان تحریفات کی بنا پر (جیسا کہ ابھی حوالہ گذر چکا ہے) اس کو خائن اور غدار کہکر اس کی تاریخی کتابوں کو بھی غیر مقبول قرار دیدیا۔ اور اگر ہم بالفرض سکندر کے معاملہ زیر بحث میں جوزیفس کی روایت کو صحیح بھی مان لیں تو اس کی حقیقت زیادہ سے زیادہ یہ ہوسکتی ہے (جیسا کہ تاریخ شاہد ہے) کہ سکندر کی یہ عادت تھی کہ جس ملک کو فتح کرتا وہاں کی پبلک کو اپنا بنانے کے لئے ملکی رسم ورواج کے مطابق عبادت کرکے یہ ثابت کرتا کہ مجھ کو بھی ان عقائد وعبادات سے ایسا ہی تعلق ہے جیسا کہ اس ملک کے رہنے والوں کو، پھر کیا عجب ہے کہ یہودیوں کو متاثر کرنے کی خاطر اس نے یروشلم میں بھی یہ ڈھونگ رچایا ہو، یا سائرس کی نقل اتار کر یہودیوں میں "ذوالقرنین" بننے کی کوشش کی ہو اگرچہ وہ اس میں کامیاب نہ ہوسکا۔

چنانچہ بستانی کی انسائیکلوپیڈیا میں ہے کہ سکندر جب مصر پہنچا تو لیبیا کے کاہنوں اور باشندوں کو خوش کرنے کیلئے ان کے معبود (مشتری) کی پرستش کی۔ (ملاحظہ ہو ج ۳ ص ۵۷۶)

اور انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں ہے۔

"بابل میں سکندر نے وہاں کے مقامی دیوتاؤں کو بھینٹ چڑھائی جیسا کہ اس نے دوسری مقامات پر بھی اسی طرح کیا تھا۔ (یعنی مقامی دیوتاؤں کی پرستش کی تھی) اور یہ تمام ملکوں کے مذاہب کی آمیزش آگے چل کر یونانی الحاد و بیدینی پر بڑی حد تک اثر انداز ہوئی۔ (جلد ۱۵ ص ۱۳۱ ایڈیشن ۶۹ء)۔

ہاں یہ صحیح ہے کہ کتابِ مقدس کی مسطورہ بالا پیشگوئیوں کی صحت پر بعض عیسائی مورخوں نے شبہ ظاہر کیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ یہ پیشگوئیاں جن میں خورس کا نام تک مذکور ہے واقعات کے وجود پذیر ہونے کے بعد بنالی گئی ہوں۔ لیکن اول تو اپنے اس دعوی یا شبہ پر انھوں نے قیاس و تخمین کے سوائے کوئی دلیل نہیں دی، دوسری یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ بابل کی غلامی کے دور، اور بخت نصر کے توراۃ جلا ڈالنے کے واقعۂ ہائلہ کے بعد کے اس قسم کے تمام ذخیرے کے متعلق علماء یہود و نصاریٰ کا اس پر کلی اتفاق ہے کہ یہ اضافات و تحریفات سے محفوظ ہیں اور ان میں رد و بدل کیلئے کوئی سبب وجود پذیر نہیں ہوا۔ یعنی توراۃ کے قدیم حصہ کی طرح اس پر کوئی حادثہ نہیں گذرا۔ مگر علماء یہود و نصاریٰ کے اس جواب کو نظر انداز کرتے ہوئے ہم یہ تسلیم کئے لیتے ہیں کہ ان پیشگوئیوں میں خورس کے نام کی تصریح بعد کو داخل کر دی گئی یا ان پیشگوئیوں کو واقعات کے مطابق بنالیا گیا تب بھی ہمارا مطلب حاصل ہے اسلئے کہ ان پیشگوئیوں سے یہ بات بغیر کسی خدشہ کے ثابت ہو گئی کہ یہودیوں میں "خورس کے یروشلم تعمیر کرنے، یہود کو آزاد کرانے، اور مذہب یہود کی عظمت کرنے اور یہود کا اس کو خدا کا مسیح سمجھنے کی روایات کو اس درجہ تواتر حاصل تھا کہ "شبہ کرنے والوں کے بقول" یہودیوں نے سائرس کے ساتھ خوش اعتقادی کی وجہ سے ان ثابت شدہ حقائق کو کتابِ مقدس میں وحی الٰہی کی بشارات بنا ڈالا۔ لیکن اس کے برعکس سکندر مقدونی کو کسی طرح یہ حیثیت حاصل نہ ہو سکی۔

بہرحال کس قدر حیرت کی بات ہے کہ یروشلم سے متعلق جن واقعات کو صدیوں تک کتابِ مقدس

اور یہودیوں کی متواتر روایات میں خورس (سائرس) سے وابستہ ظاہر کیا گیا وہ چار سو برس کے بعد یک بیک جوزلفیس کی زبانی سکندر کے حق میں ہو جاتی ہیں "اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ"

سکندر مشرک تھا سکندر کے مذہب کا ذکر اگرچہ پہلے گذر چکا ہے مگر آپ کو یہ سنکر حیرت ہوگی کہ وہ صرف دیوتاؤں کی پوجا ہی نہیں کرتا تھا بلکہ اس درجہ مغرور و متکبر تھا کہ یونان اور ایبان کے لوگوں کو اپنے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیتا اور اپنے تئیں معبود کہلاتا تھا۔ (دائرۃ المعارف للبستانی ج۳ ص۵۴۲)

اور انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں ہے۔

جب سکندر باختر (Bactria) لوٹ آیا اور اوکزیارٹس کی بیٹی روکزانا (Roxana) سے شادی کی، تو شادی کی دعوت کے موقعہ کو غنیمت جان کر اس نے اپنے یونانی اور مقدونی پیروؤں سے اپنی خدائی کا اعتراف کرانا چاہا۔ (الخ جلد ۱ ص ۴۸۴)

اور مشہور محدث حافظ عماد الدین بن کثیرؒ نے بھی اپنی تاریخ البدایہ والنہایہ میں بروایت قتادہؒ سکندر (ذوالقرنین) اور سکندر بن فیلپ میں فرق کرتے ہوئے سکندر مقدونی کو مشرک کہا ہے (ص ۱۰۶ ج ۲)

اسی طرح حافظ ابن حجرؒ نے بھی امام رازیؒ کے قول کو بطور سند پیش کرتے ہوئے سکندر مقدونی اور اس کے وزیر ارسطاطالیس دونوں کو کافر کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو فتح الباری جدید ایڈیشن ص ۲۹۶ ج ۹)

اور اسلام کے ان جلیل القدر ائمہ دین کی مزید تائید انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا سے بھی ہوتی ہے چنانچہ مقالہ نگار لکھتا ہے

"جب سکندر دریائے ستلج کے کنارہ پہنچا تو اس نے اپنی فوج کو دریا کے عبور کرنیکا حکم دیا لیکن فوج نے عبور کرنے سے انکار کر دیا اس پر سکندر نے اپنے افسروں کے سامنے مزید فتوحات کی اسکیم پیش کی لیکن یہ بے سود ثابت ہوا تب سکندر نے حسب دستور دریا کے سامنے دیوتاؤں کی بھینٹ چڑھائی اور (اپنے عقیدہ کے مطابق) دیوتاؤں کی اجازت نہ سمجھتے ہوئے پیشقدمی سے باز آیا اور واپس لوٹ گیا۔ (ص ۴۸۶ ج ۱)

اور انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن میں ہے کہ جوزلفیس کی زبانی اگرچہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاید سکندر

یروشلم گیا تھا اور اس نے یہود کے ساتھ خصوصی مراعات بھی کیں اور محکمہ خبر رسانی میں ممتاز درجے بھی دیئے اور اس طرح یونانیوں اور یہودیوں میں ایک علاقہ قائم ہوگیا۔ تاہم یہ محقق ہے کہ یہودیوں نے ان کے کلچر اور ان کے عقائد و رسوم کو اپنے اندر داخل نہ ہونے دیا اور وہ ہمیشہ ان کو اس حیثیت سے نفرت و حقارت ہی سے دیکھتے رہے اور یہ اس وجہ سے ہوا کہ "یہودی قوم سختی کے ساتھ توحید کی قائل تھی اور اپنے مذہبی عقائد میں بہت پختہ" اور یہی وجہ ہے کہ یونانیت اور یہودیت میں کبھی اتصال نہ ہوسکا (ص ۳۰۹ ج ۱)

اور بستانی لکھتا ہے کہ سکندر مقدونی نے وفات کے وقت جو وصیت کی وہ یہی تھی کہ اس کو بتوں کے درمیان دفن کیا جائے۔

ثم لما رأی ان لا رجاء له بالشفاء وان	پھر جب سکندر نے دیکھا کہ اب زیست کی کوئی امید
ساعته دنت نزع خاتمه من اصبعه و	باقی نہیں رہی اور اس کی موت کا وقت قریب آلگا تو
سلمه الی الامیر بردیکاس واوصاه ان	اس نے اپنی انگلی سے شاہی مہر نکال کر اپنے امیر بردیکاس
ینقل جثته الی هیکل المشتری لواحات	کو دی اور اسکو وصیت کی کہ مجھکو سیوہ کے اطراف میں
سیوة لیدفن هناك بین الاصنام (ص ۵۴۴ ج ۴)	مشتری دیوتا کے ہیکل میں بتوں کے درمیان دفن کیا جائے۔"

اب ان تمام حقائق کو پیش نظر رکھئے اور فیصلہ کیجئے کہ "مضمون نگار" کا یہ کہنا صحیح ہے کہ "سکندر مقدونی کی تاریخ کا یہ مسلمہ باب ہے کہ وہ یونانیوں کے قدیم مذہب اور دیوتاؤں کی پرستش کا مقلد تھا اور یہ کہ وہ ہرگز مسلمان نہ تھا۔"

یا "محترم صاحب استدراک" کا یہ ارشاد کہ "یہ دعوی (کہ سکندر مشرک تھا) بجائے خود مخدوش و مجروح ہے" اور یہی انصاف طلب بات ہے کہ "صاحب استدراک" کے اس حوالہ کی جو کہ جوزیفس کی قدیم تاریخ یہود سے دیا گیا ہے محققین مورخین بلکہ کتاب مقدس کی نگاہ میں کیا قدر و قیمت ہے؟ کہاں مدلل واقعات و حقائق اور کہاں محض ظن و تخمین۔ ؎ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔

سکندر کا ظلم و جبر

"محترم صاحبِ استدراک، مضمون نگار کے دوسرے دعویٰ کی تردید فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔ سکندر کا جابر و قاہر ہونا مسلّم نہیں بہت کچھ مختلف فیہ ہے۔ تاریخ میں دونوں قسم کے اقوال ملتے ہیں کم از کم شک کا فائدہ تو اُسے ملنا ہی ہے" (برہان ماہِ اگست)

اس سلسلہ میں عرض کرنے دیجئے کہ قدیم و جدید مسلم اور عیسائی مورخین نے سکندر کی جو سیرت پیش کی ہے بحیثیت مجموعی ان سب کا حاصل یہ ہے کہ وہ جابر و قاہر تھا اور اس کو نیک سیرت اور صالح بادشاہ نہیں کہا جا سکتا۔ لہٰذا کم از کم ایک قول تو ایسا تحریر کیا جاتا جس میں اسکو نیک، عادل اور صالح تسلیم کیا گیا ہو۔

رہی یہ بات کہ اس کی تاریخ میں کوئی ایک واقعہ بھی عدل یا رحم کا موجود نہیں ہے تو اس کا انکار تو کوئی بھی نہیں کر سکتا مگر ان چند گنتی کے واقعات سے کسی کی سیرت، عادل، رحیم اور صالح نہیں کہی جا سکتی ورنہ تو پھر چنگیز خاں، ہلاکو خاں اور حجاج بن یوسف کو بھی یہی مقام دیا جانا چاہیے۔

سکندر کی جابرانہ حیثیت کا اندازہ ان چند حوالوں سے کیا جا سکتا ہے۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں ہے۔

"در حقیقت اس کے دماغ کا توازن شروع ہی سے بگڑ گیا تھا۔ یہ ظالم اور جابر انسان جو اپنے آپ کو خدا سمجھتا تھا جو اپنے دوست کے سینہ میں برچھی گھونپ کر مسرور ہوتا تھا، جو ایک دوسرے دوست کو سخت ترین جسمانی ایذا پہنچا کر اس کی چیخ پر حقارت آمیز انداز میں متبسم ہوتا تھا وہ ایک عادل دماغ فرمانروا اور مدبر ہونے سے بہت دور تھا" (ص ۴۸۵ ج ۱)

"ہر شخص اس سے حد درجہ خوشامدانہ انداز میں بات کرنے پر مجبور تھا۔ پلوٹارک (Plutarch) لکھتا ہے کہ اسکو اپنی پرانی عادت یعنی انسانوں کا شکار کرنے میں بڑی تسلی و تشفی اور سکون حاصل ہوتا تھا۔" (ص ۴۸۴ ج ۱)

"آخر کار وہ پسر گیڈا (Pasargadae) پہنچا اور سائرس کی قبر کا پتہ لگا کر اُسے کھدوایا اور لوٹا اور اس کی توہین کی" (جلد ۱ ص ۴۸۴)

"(قابض ہو جانے کے بعد) پسر گیڈا میں اسکو بیشمار دولت مال و اسباب ہاتھ آیا جس کی قیمت کا اندازہ ایک کروڑ بتیس لاکھ پونڈ کے قریب کیا جاتا ہے اس دولت کو لوٹنے کے بعد اس نے شہر کے تمام مردوں اور اولاد

ذکور کو تہ تیغ کر دیا اور عورتوں اور اولادِ اُناث کو باندیاں بنالیا (ص۱۴۸)

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے علاوہ یونانی اور وہ تمام مسلمان مورخین جو اس کو زبردستی "ذوالقرنین" بنانے پر آمادہ نہیں ہیں سکندر سے متعلق اسی قسم کی روایات جبر و قہر بیان کر رہے ہیں پس ضرورت تھی کہ ان روایات کے مقابلہ میں کسی محقق مورخ کی ایک روایت ایسی بھی سامنے آجاتی جو تخمین و قیاس سے جدا تاریخی روشنی میں اس کو نیک، صالح اور عادل بادشاہ ثابت کر سکتی مگر افسوس کہ ایسا نہیں ہے اور تمام ذخیرۂ تاریخ اس سے یکسر خالی ہے۔

رہا "شبہ کا فائدہ" تو اول تاریخی حقائق کے بعد شبہ کے فائدہ کا سوال ہی کیا ہے اور اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس کو زیادہ سے زیادہ یہ فائدہ پہنچایا جا سکتا ہے کہ سکندر کو جابر و قاہر کہنے میں سکوت اختیار کیا جائے نہ کہ یہ فائدہ کہ ایسی ہستی کو "جس کا نیک، صالح اور عادل ہونا تک مشتبہ" ہو، قرآنِ عزیز کا ذوالقرنین بنا دیا جائے "کہ جس کی منقبت میں قرآنِ عزیز رطب اللسان ہے" اس کو تو بلا شبہ تاریخی صحائف میں روزِ روشن کی طرح صالح و عادل ثابت ہونا چاہیے۔

سکندر کا مغرب کی طرف اقدام تیسری بات مضمون نگار نے یہ کہی تھی کہ سکندر کی تاریخی مہمات کے متعلق یہ مسلمات میں سے ہے کہ وہ مغرب کی جانب نہیں بڑھا۔ چنانچہ صاحب "استدراک" اس کو بھی مخدوش و مجروح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

"سکندر کی ابتدائی فتوحات تاریخ کو مسلّم ہے کہ شمال و مغرب ہی کی جانب حاصل ہوئی تھیں" (برہان ماہ اگست)

اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ سکندر کی شمالی جانب میں فتوحات کا انکار تو مضمون نگار نے بھی نہیں کیا البتہ "مغربی جانب میں سلسلۂ فتوحات و سیاحت کے بڑھنے" کا ضرور انکار کیا ہے۔ صاحبِ استدراک اس کی تردید میں ارشاد فرماتے ہیں "اور مقدونیہ کے کنارے مغرب میں ہی وہ جھیل ہے جس کا پانی اتنا گندہ ہے کہ سیاہی مائل ہو گیا ہے اور جس میں سورج ڈوبتا نظر آتا ہے وجدھا تغرب فی عین حمئۃ کا پورا مصداق" (برہان ماہ اگست)

مگر یہ دلیل کوہ کندن وکاہ برآوردن سے زیادہ وقیع نہیں ہے۔ اسلئے کہ مضمون نگار کا یہ مقصد تو ہرگز نہ تھا کہ سکندر، کہ جس نے شمال اور مشرق میں ہزارہا میل تک زبردست فتوحات حاصل کیں اور ملکوں اور شہروں کو مسخر کیا وہ مغرب کی جانب اپنے دارالسلطنت مقدونیہ کے کنارہ تک بھی نہیں گیا۔

پس اس جھیل تک سکندر کا پہنچنا جو مقدونیہ کے کنارے ہی پر ہے ایسی کونسی عظیم الشان مہم تھی جسکا ذکر قرآنِ عزیز نے اس اہمیت کے ساتھ کیا ہے اور جس سے صاف یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسی مغربی مہم کا ذکر کیا جا رہا ہے جو ذوالقرنین کے مرکزی دارالسلطنت سے سینکڑوں یا ہزاروں میل دور اس حد پر پہنچ گئی تھی جہاں صحراؤں اور پہاڑوں کی مسافت طے کرنے کے بعد پانی کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ مقدونیہ کے کنارہ کی جھیل اوکریڈا جس جگہ واقع ہے وہاں تو صبح وشام خدا کی ہزاروں مخلوق کا شب و روز ہی گذر ہوتا رہتا تھا اور وہ مغرب کے کسی آخری حصہ میں بھی واقع نہیں ہے بلکہ اطراف وجوانب کے شہروں اور ملکوں کے درمیان واقع ہے۔ تو یہ کون سی ایسی جگہ تھی جسکا ذکر قرآن اس طرح کرتا ہے "حتی اذا بلغ مغرب الشمس وجدھا تغرب فی عینٍ حمئۃٍ" پس محض جھیل کے پانی کے گندہ اور سیاہی مائل ہونے کی وجہ سے یہ جھیل کسی طرح بھی قرآنِ عزیز کی اس آیت کا مصداق نہیں بن سکتی۔

چنانچہ مفسرینِ قرآن باتفاق اس آیت کی تفسیر وہی کرتے ہیں جو ہم نے بیان کی ہے یعنی ذوالقرنین مغرب کی جانب دور تک بڑھتا ہوا ایسے مقام پر پہنچ گیا جہاں صحراؤں اور پہاڑوں کا سلسلہ ختم ہو کر سمندر شروع ہو جاتا ہے البتہ سمندر کا وہ حصہ ایسا تھا جہاں پانی گدلا اور سیاہ ہو گیا تھا اور سورج غروب ہوتے وقت یوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا سیاہ گدلے چشمہ پانی میں ڈوب رہا ہے۔

چنانچہ سید محمود آلوسی "بلغ مغرب الشمس" کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ای منتھی الارض من جھۃ المغرب (جلد ۱۶) یعنی مغرب کی جانب میں زمین کے آخری حصہ تک جب پہنچا۔

اور محدث ابن کثیر، ابن جریر، امام رازی اور قدیم وجدید تمام مفسرین یہی تفسیر بیان فرماتے ہیں

پس "صاحب استدراک" کی یہ تفسیر نہ صرف یہ کہ صحیح نہیں بلکہ قرآنِ عزیز کے بیان کردہ مقصد کے منافی ہے۔

درحقیقت اس آیت کا مصداق یہ ہے کہ ذوالقرنین مغرب کی جانب فتوحات کرتا ہوا جب تمام ایشیائے کوچک کو بحرِ شام سے بحرِ اسود تک قبضہ میں کر چکا تو وہ آگے بڑھتا ہوا مغربی ساحل تک پہنچ گیا نقشہ میں دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایشیائے کوچک کے مغربی ساحل میں چھوٹے چھوٹے خلیج پیدا ہو گئے ہیں اور بحرِ ایجین کے ساحلی مقام پر جا کر یہ گہرے سیاہ رنگ کی صورت میں نظر آتے ہیں اور ساحل پر کھڑے ہونیوالے کو سورج اس کے اندر ڈوبتا نظر آتا ہے اور مغربی ساحل کی یہ مہم سائرس ہی کو نصیب ہوئی ہے سکندر کو نصیب نہیں ہوئی۔ اب "صاحب استدراک" چاہتے ہیں کہ اُسے گھر بیٹھے ہی مقدونیہ کے کنارہ اس خوش قسمتی کا مصداق بنا دیں مگر یہ کسی طرح ممکن نظر نہیں آتا۔

نیز "صاحب استدراک" آرکیڈا جھیل کا جائے وقوع مناسترسے پچاس میل مغرب میں (یوگوسلاویہ) ہیں تاکہ اگرچہ اسکا بُعدِ مسافت ظاہر فرمانا چاہتے ہیں مگر بہرحال یہ وہ سکندر کے دارالسلطنت مقدونیہ کے کنارہ ہی۔

یہ ہیں وہ خدشات اور اسبابِ جرح جو "صاحب استدراک" نے تکلیف گوارا فرما کر "مضمون نگار" کے تین مسلمات پر عائد فرمائے ہیں اب قارئینِ کرام بنظرِ انصاف خود غور فرمائیں کہ تاریخ کی روشنی میں "مضمون نگار" کے "مسلماتِ ثلثہ" صحیح ہیں یا "صاحب استدراک" کے "خدشات و جرح" درست ہیں؟ اعدلوا ھو اقرب للتقوی

اسکے بعد "صاحب استدراک" یہ تحریر فرماتے ہیں: "جزم کے ساتھ کسی کی بھی تعیین کرنا دشوار ہے اسلئے کہ قرآن مجید کی بتائی ہوئی علامات کا مصداق تمام تر اب تک کوئی نہیں ملا ہے۔" (برہان ماہ اگست)

مضمون نگار نے بھی ذوالقرنین کی تعیین پر بحث کرتے ہوئے یہی لکھا ہے کہ اس سب کچھ لکھنے کے بعد بھی بحث و تحقیق کا دروازہ بند نہیں ہے مگر پھر تعجب یہ ہے کہ ایسی صورت میں "صاحب استدراک" کو مضمون نگار کے مضمون کی فوری تردید کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ تو "صاحب استدراک" کے نزدیک وہ اہم ضرورت یہ تھی فرماتے ہیں:۔ "لیکن جہانتک ارجحیت کا تعلق ہے سکندر مقدونی کا نمبر جس کی طرف ہمارے متقدمین اس کثرت سے گئے ہیں کسی سے پیچھے نہیں ہے۔"

گویا "صاحبِ استدراک" اس غلط فہمی میں ہیں کہ "علماءِ متقدمین کی اکثریت" اس جانب ہے کہ سکندر مقدونی ہی ذوالقرنین ہے۔ حالانکہ یہ بہت بڑا مغالطہ ہے کہ جس کو جلد رفع ہوجانا چاہیئے۔

اہلِ نظر سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ ذوالقرنین کے متعلق مختلف اقوال میں سے علماءِ سلف (متقدمین) کی اکثریت کا دعویٰ کسی جانب بھی نہیں کیا جاسکتا، اور اگر ان کے تمام اقوال کو جمع کرکے خلاصہ نکالا ہی جائے تو دو باتیں ثابت ہوتی ہیں ایک یہ کہ ان کے نزدیک شاید راجح یہ ہے کہ وہ یمن کا حمیری بادشاہ تھا اور اس کا نسب سامیینِ اولیٰ سے ملتا ہے اور وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معاصر تھا۔ دوسری یہ کہ جن بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ ذوالقرنین سکندر ہے اُن کی مراد سکندر مقدونی سے نہیں ہے بلکہ وہ حضرت مسیح سے دو ہزار برس پہلے سکندر رومی کو اسکا مصداق تسلیم کرتے اور رومی اور مقدونی کو دو جدا جدا ہستیاں مانتے ہیں اور ان دونوں باتوں کی تصدیق کیلئے تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۱۰۲ فتح الباری ج ۶ ص ۲۹۴ و ۲۹۵ بخاری کتاب احادیث الانبیاء۔ البدایہ والنہایہ تاریخ ابن کثیر ج ۲ ص ۱۰۸ اور کتاب التیجان قابلِ مراجعت ہیں۔ اور حافظ عماد الدین بن کثیر نے تو البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۱۰۵-۱۰۶ میں متقدمین کی اس دوسری بات کو واضح کرتے ہوئے صاف صاف تحریر فرمایا ہے۔

"حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ ذوالقرنین سکندر ہی ہے اور اس کا باپ پہلا قیصر گذرا ہے اور وہ سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد سے تھا۔ اور لیکن دوسرا ذوالقرنین پس وہ سکندر بن فیلبس مقدونی یونانی مصری ہے جس نے اسکندریہ آباد کیا اور جو روم کی تاریخ بناتا ہے اور یہ دوسرا سکندر پہلے سکندر سے بہت طویل زمانہ کے بعد ہوا ہے اور ہم نے اس پر اسلئے تنبیہ کی کہ بہت سے لوگ یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ یہ دونوں سکندر ایک ہی ہیں اور یہ گمان کر بیٹھے کہ قرآن میں جس سکندر کا ذکر ہے وہ وہ سکندر ہے جس کا وزیر ارسطو ہے اور اس غلط سمجھ کی وجہ سے بہت بڑی خطا اور عریض و طویل فساد برپا ہوجاتا ہے پس بلاشبہ پہلا سکندر مومن صالح اور عادل بادشاہ تھا اور اس کے وزیر خضر علیہ السلام تھے اور دوسرا سکندر مشرک تھا اور اسکا وزیر ارسطو فلسفی تھا اور ان دونوں کے درمیان دو ہزار سال سے زائد کا زمانہ ہے اور ان دونوں کا فرق صرف ایسے غبی پر ہی مشتبہ ہوسکتا ہے جو حقائقِ امور سے ناواقف ہو۔"

اب صاحبِ استدراک" غور فرمائیں کہ انکا یہ کہنا "سکندر یونانی کی جانب ہمارے متقدمین اس کثرت سے گئے ہیں" کہاں تک درست ہے؟ ہاں ہمیں یہ تسلیم ہے کہ اس سخت مغالطہ میں کہ سکندر مقدونی ہی ذوالقرنین ہے صرف "صاحب استدراک" ہی تنہا نہیں ہیں بلکہ مورخین اسلام میں سے بعض اچھے اچھے مورخوں کو یہ دہوکا ہوگیا اور انھوں نے اس سکندر قدیم کو "جو در اصل سکندر نہیں بلکہ حمیری سامی بادشاہ تھا" سکندر مقدونی سمجھ لیا اور ذوالقرنین والا تمام قصہ اس کے ساتھ چسپاں کردیا اور جب اس کے جسم حکومت اور شخصیت پر قبائے ذوالقرنین راست نہ آسکی تو دور از کار تاویلات کے ذریعہ اس پر موزوں کرنے کی سعیِ ناکام کی۔ اور زیادہ تعجب یہ ہے کہ امام رازی جیسا بزرگ بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہا۔ اور غالباً اس کی ابتدا مشہور مفسر و مورخ ابن جریر سے ہوئی۔

علماءِ سلف اور متقدمین کی اکثریت کے مسلک کی اس توضیح کے بعد لائق "صاحبِ استدراک" خود غور فرمائیں کہ کیا اس کے بعد بھی انکا ازراہِ طعن یہ فرمانا کہ "جب سے تحقیق اور روشن خیالی کا معیار ہی یہ قرار پاگیا ہے کہ اگلے ماہرینِ فن کے ساتھ رشتہِ اتحاد و توافق کا نہیں بلکہ انکار و تردید کا قائم رکھا جائے ذوالقرنین کے اسکندر ہونے سے مسلسل انکار ہونے لگا ہے" (صدق ۱۸ اگست ۱۹۴۸ء) کسی حد تک بھی درست ہوسکتا ہے؟ ہم اس کے جواب میں انھیں صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی "ایاک والظن فان بعض الظن اثم" یاد دلانا چاہتے ہیں۔ -

صاحب استدراک فرماتے ہیں کہ ہم نے ذوالقرنین کے سکندر مقدونی ہونے سے انکار کرکے اکابرِ سلف کے ساتھ "انکار و تردید کا رشتہ" قائم کیا ہے حالانکہ انھیں معلوم ہونا چاہئے کہ سکندرِ مقدونی کے انکار میں اکابرِ تفسیر و حدیث حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، مجاہد، شعبی، حافظ ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن کثیر، ابن حیان، حافظ ابن حجر، شیخ بدرالدین عینی، امام نووی، قرطبی وغیرہ سب ہی غریب مضمون نگار کے ہمنوا اور صاحبِ استدراک کی رائے کے مخالف ہیں۔ البتہ صرف ابن جریر طبری اور امام رازی ضرور مقدونی کو ذوالقرنین بتا رہے ہیں مگر ساتھ ہی امام صاحب یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اس قول پر بہت قوی اعتراضات وارد ہوتے ہیں لیکن صاحبِ استدراک کی نگاہ میں وہ خود تو اکابر سلف کے مؤید ہیں اور غریب مضمون نگار اکابر کا مخالف ہے۔ والی اللہ المشتکی۔

محترم صاحبِ استدراک نے ۱۸ اگست کے صدق میں لکھنؤ کے ایک مستفسر کے جواب میں "سدِ سکندری" پر بھی ایک شذرہ تحریر فرمایا ہے اس کے متعلق (انشاء اللہ) ہم اپنے اصل مضمون میں سد پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے تنقید کرینگے۔